

ع آسمانِ راقی بود گر خونِ بارِ دبرِ ز میں

آہ ! یادگارِ اسلاف، داعیِ اتحادِ امت، میرِ مجلسِ عمل، میرِ کارِ واں حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی المناک جدائی

۔ نگہ بلند سخن و نواز جاں پر سوز یہی ہے رختِ سفرِ میرِ کارِ واں کیلئے

ابھی اپنا غزده قلم اور پاکستانی قومِ نوازاوہ نصر اللہ خان مرحوم اور مولانا اعظم طارق مرحوم کی جدائی کا رونا رو رہے تھے اور ملک و ملت پر دکھ و درد کی ماتی فضا جوں کی توں برقرار تھی کہ اچانک داعیِ اجل نے ایک اور بڑے حادثہ کا سامنا کر دیا۔ ایسا حادثہ جس کی کوئی توقع نہیں تھی، اور نا ہی ملک و ملت اس قسم کے جانکاہ نقصان کی موجودہ ناگفتہ بہ اور اہتر حالات میں متحمل تھی۔ یہ 11 دسمبر کو سا بارہ بجے دو پہر زوال کا وقت تھا جب آسمانِ علم و تقویٰ اور میدانِ سیاست و شرافت کے آفتاب کی چکا چونڈ بھی دھیمی پڑنا شروع ہو گئی اور پھر کچھ دیر بعد دیکھتے ہی دیکھتے ہم سب کی نگاہوں کا تارا، مرکز و محور، عصرِ حاضر کی مشہور و معروف جلیل القدر نابھِ روزگار ہمہ جہت، ہشت پہلو اور عہد ساز ہستی، یادگارِ اسلاف قافلہ علماء حریت کے سپہ سالار، متحدہ مجلسِ عمل پاکستان کے قائد و رہنما اور پاکستانی سیاست کی سب سے بڑی اور معتبر شخصیت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قدس اللہ سرہ العزیز بھی اچانک واصلِ بقی ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۔ سینہ میں اضطراب ہے دل چور چور ہے یہ کس کے غم سے عقل و خرد میں فتور ہے

ہر دل تڑپ رہا ہے ان کی یاد و ہجر سے ہر لب پہ ہر زبان پہ ذکرِ حضور ہے

آپ کی وفات کی خبر نے نہ صرف پورے ملک بلکہ سارے عالمِ اسلام کو سوگ میں ڈبو دیا۔ خصوصاً پاکستانی قوم پر تو گویا سکتہ طاری ہو گیا اور ہر کسی نے یہ محسوس کیا کہ گویا وہ یتیم ہو گیا ہے۔ خود راقم نے جب پہلی بار یہ خبر سنی تو اس کا یقین نہیں کیا کہ یہ صورتِ قیامت یکا یک کیسے واقع ہو سکتا ہے؟ کئی چبھتے سوالات اور متوقع وساوس نے دل و دماغ کی دنیا معطل کرادی اور فرطِ غم سے کچھ بھی سمجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ع اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبائے کر

پاکستانی سیاست کے لبق و دق صحرائیں ملتِ بیضا اور علماء کا یہ منتشر قافلہ اب بغیر قائد و رہنما اور حدی خواں کے

کہاں تک سفر کر سکے گا؟ پھر دیکھتی زمین اور آگ برساتے ہوئے سورج کی موجودگی میں مرض الموت میں مبتلا مریض (قوم) سے سائبان جیسی نعمت کا چھن جانا کیا ستائش برآمد کرے گا؟ وہ شفقتوں اور محبتوں سے بھرپور بزرگ ہستی جس کی طلسماتی شخصیت کے طفیل ہی ہر دور میں اور ہر محاذ پر علماء اور مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے منتشر و پریشاں حلقے ان ہی کے ذات گرامی پر متفق و خد نظر آتے۔ ایسی ہر دلعزیز اور باکمال شخصیت جس نے ہر پارٹی اور ہر مسلک کے لوگوں کو اپنے قلب و جگر کے ٹکڑوں کی طرح جوڑ کر رکھا اور ہر نازک موقع پر متحدہ مجلس عمل اور ملک و ملت کی ڈمگاتی کشتی کیلئے آپ سہارا اور ناصہ بنے۔

مولانا نورانی مرحوم اگرچہ مسلک کے لحاظ سے بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ (انکے آباؤ اجداد اور پورا خاندان علمی، دینی و سیاسی خدمات سے پاک و ہند میں جانا پہچانا جاتا تھا اور ان کی اسلام و پاکستان کیلئے بڑی خدمات ہیں۔) لیکن ان کے فکر و خیال اور وسعت نظر میں دیگر ممالک کیلئے بھی افلاک سے بڑھ کر وسعت اور قدر و منزلت پائی جاتی تھی۔ امت مسلمہ کے مصائب پر سوز و دروں سے ان کا سینہ ہر وقت آتش فشاں بنا رہتا۔ افغانستان، عراق، بوسنیا اور دیگر تمام مسائل پر آپ نہ صرف مضطرب رہتے بلکہ عوامی سطح پر اس کے لئے آپ بھرپور جدوجہد بھی کرتے۔ اسی لئے تحریک طالبان افغانستان کی آپ نے روز اول ہی سے نہ صرف کھلم کھلا حمایت کی بلکہ ہرمحاذ پر آپ نے تحریک طالبان کا بھرپور دفاع بھی کیا۔ اسی طرح جب حضرت والد صاحب مدظلہ نے ”دفاع افغانستان و پاکستان کونسل“ تشکیل دی تو حضرت نورانی صاحب نے اس سلسلے میں انہیں نہ صرف اپنی بھرپور سرپرستی سے نوازا بلکہ آپ نے اس میں بھرپور تعاون اور تعمیری کردار بھی ادا کیا۔ اگرچہ آپ کے مسلک والوں نے اس حمایت پر چیں بہ جبینی بھی کی لیکن مولانا مرحوم نے تحریک طالبان کی حمایت اور اس راستے میں کسی بھی چیز کو حتیٰ کہ اپنے مسلک کو بھی آڑے آنے نہیں دیا۔ یہ آپ کی سیاسی زندگی میں ایک حقیقی دورا ہا تھا کہ جس پر آپ نے مسلک کے تنگ دائرے میں اپنے آپ کو محدود نہیں کیا اور کھل کر آخر دم تک حق کا ساتھ دیا۔

اسی طرح اس سے پہلے ماضی قریب میں ملک میں فرقہ واریت کے بڑھتے ہوئے عفریت کو قابو کرنے کے لئے حضرت والد صاحب مدظلہ نے ”ملی یکجہتی کونسل“ کی بنیاد بھی رکھی تو سب سے پہلے حضرت نورانی صاحب کی شخصیت کو اس کونسل میں شمولیت کی دعوت دی۔ آپ اگرچہ ان دنوں ملکی سیاست سے تقریباً کنارہ کش اور اکتائے ہوئے تھے لیکن حضرت والد صاحب مدظلہ کی پرزور درخواست پر آپ نے اس میں بھرپور شرکت کی اور حضرت والد صاحب مدظلہ کی خواہش اور کوششوں کی بناء پر آپ ”ملی یکجہتی کونسل“ کے چیئرمین بھی نامزد کئے گئے اور یہ سیاست میں آپ کی دوبارہ بھرپور آمد کا آغاز ثابت ہوئی۔ یہ آپ کی ان تھک محنتوں، صلاحیتوں اور شفقتوں کا معجزہ تھا کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے آپ نے مل جل کر کام کیا اور ایک بڑے جامع معاہدے

پر بھی دستخط کر لئے۔ جس کی وجہ سے اس وقت فرقہ واریت اور قتل و غارت میں کافی کمی واقع ہو گئی۔ اس سے پہلے قومی اتحاد کی تحریک اور تحریک ختم نبوت و تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی آپ نے بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا اور اس وقت کے آمر حکمرانوں کا جینا آپ نے دو بھر کر دیا تھا۔ پارلیمنٹ میں بھی آپ نے تاریخی جدوجہد کی اور بڑا کام کیا۔ یہ بھی پارلیمانی تاریخ کا ایک زرین باب ہے۔ پھر 73ء کے آئین میں بھی آپ نے سب سے زیادہ تجاویز اور ترمیمات پیش کیں اس کے علاوہ ہر موقع پر پارلیمنٹ میں آپ نے دین و اسلام اور علمائے حق کی بھرپور نمائندگی کی۔ آپ کا سب سے بڑا وصف نڈر ہونا تھا بڑے سے بڑے آمر اور فوجی ڈکٹیٹر کے سامنے آپ نے کلمہ حق کو نہ صرف واشگاف انداز میں پیش کیا بلکہ حکمرانوں کے منہ پر کھری کھری تند تلخ باتیں بھی کہہ دیتے۔ چاہے وہ جنرل ایوب خان ہوں، ذوالفقار علی بھٹو ہوں یا ضیاء الحق ہوں یا موجودہ جنرل پرویز مشرف۔ ہر ایک کے سامنے آپ نے کلمہ حق اور عوام کے جذبات کی بھرپور انداز میں ترجمانی کی۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد جب ملک کی سیاست میں کئی بڑی نوعیت کی تبدیلیاں آ رہی تھیں تو اس موقع پر جنرل پرویز مشرف نے تمام دینی قیادت کو اپنے پاس بلایا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی آپ نے بھرپور دفاعی انداز میں تحریک طالبان اور پاکستانی قوم اور عالم اسلام کے جذبات جرات و بہادری کے ساتھ ان کے سامنے پیش کئے۔ جو علماء اور لیڈروں کے لئے ایک مشعل راہ ہے۔ زندگی بھر کبھی بھی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر کام نہیں کیا۔ درویشی اور فقیہی میں زندگی گزار دی اور بڑی بڑی مراعات پائے تحارت سے ٹھکرا دیں۔ آپ ورلڈ اسلامک فورم کے چیرمین بھی تھے اس سلسلے میں آپ نے عمر کا ایک بڑا حصہ تبلیغ اسلام کے سلسلے میں گزار دیا۔ امریکہ اور خصوصاً یورپ میں آپ نے سینکڑوں افراد کو اسلام کی روشنی سے روشناس کرایا۔ دنیا بھر میں آپ کے مریدوں اور شاگردوں کا ایک وسیع سلسلہ پایا جاتا ہے۔ آپ کی شرافت، میانہ روی اور اعلیٰ اخلاق پر مبنی معتدل طرز سیاست کے موافق و مخالف سبھی قائل تھے۔ پان سے لال :ونٹوں سے جاری شیریں گفتاری آپ کا خاصہ تھا، ان کے لہجہ سے گویا مصری چپکتی تھی، گفتگو ایسے فرینے اور تواتر سے فرماتے جیسے رواں ندی کا پانی۔ آپ ظریف الطبع، خوش شکل، خوش مزاج، خوش لباس، خوش اطوار، خوش خوراک، بے تکلف انسان، ظرافت، ذہانت، ذکاوت اور مرنجیاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔ گویا ہر مجلس اور انجمن کی آپ ہی شمع محفل اور جان ہوا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نکتہ شناس، نکتہ آفرین، نکتہ سنجی اور نکتہ رسی کا بھی ایک حسین مجموعہ تھے۔ گویا ع وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے

آپ ہی کے دم غم سے ہتھوڑہ مجلس عمل کے انجمن کی ساری رونق تھی۔

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے

رہے © rasailojaraid.com

آپ جیسی پُرکشش اور باکمال شخصیت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ الغرض اکابرین امت کا عکس اور پرتو آپ کی شخصیت میں نمایاں تھا۔ آپ جامع الصفات اور بزرگوں و اسلاف کے کمالات سے مزین، نجابت و شرافت کا نمونہ و قار و کمکت کا خزینہ، ظاہری و باطنی لطافت و نفاذ کا مجسمہ اور حسن و جمال و فضل و کمال کے عظیم پیکر تھے۔ آپ عاجزی اور انکساری کی ایک اعلیٰ مثال تھے آپ میں مروجہ لیڈروں اور کاغذی رہنماؤں جیسی کروڑ فرکتیہ و غرور و نخوت و تصنع سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ ہمارے دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب، حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ برادرِ مولانا حامد الحق حقانی اور مجھ ناچیز سے آپ عمر بھر شفقت و محبت سے پیش آتے رہے۔ آپ ماہنامہ ”الحق“ کے اداروں پر اس خام کار کی بے ربط و مضبوط تحریر پر اپنی رائے سے بھی آگاہ فرماتے اور حد سے زیادہ حوصلہ افزائی و تشجیع فرماتے۔ کبھی کبھار متحدہ مجلس عمل کی بعض پالیسیوں پر میں نے کھل کر مثبت تنقید بھی کی لیکن آپ خندہ پیشانی سے آخر تک پیش آتے رہے اور کبھی گلہ نہیں کیا۔ اور ہمارے ایک بیرون ملک مشترکہ سفر کے واقعہ کی جانب تلمیحا ہر ملاقات کے موقع پر مزاحا اشارہ فرماتے خود بھی مسکراتے اور واقفانِ حال بھی محظوظ ہوتے۔ یہ آپ کی اصغر پروری اور چھوٹوں پر شفقت کی ایک مثال ہے۔ دورانِ سفر الحمد للہ آپ کی خدمت کا کچھ موقع میسر ہوا تو فرمایا کہ آپ کے دادا جان کے ساتھ دوستی کا جو سفر شروع ہوا تھا وہ بجد اللہ تانہِ نوز آپ کے پوتوں تک جاری ہے اور آپ نے آخر دم تک یہ تعلق قائم رکھا۔

آپ کے یہی اوصاف تھے کہ آپ ہمارے اکابرین حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ اور دیگر اکابرین کے بھی آپ منظور نظر تھے اور اس وقت کی بڑی تحریکات میں بھی آپ ہی پر ہمارے اکابرین اعتماد کیا کرتے تھے اور زمانہ حال میں بھی آپ ہی ہمارے مسئلہ دیوبند اور دیگر مسالک سے وابستہ علماء اور قائدین کے سیاسی محاذ پر قائد و رہبر تھے۔ آج قلم حیران اور دل پریشان ہے کہ کوہِ ہمالیہ کے برابر کی شخصیت کی جدائی اور ان کے کارناموں پر یہ نالائق اور ناکارہ کہاں تک روئے اور لکھے؟

ع سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

کوئی ایک کمال یا وصف ہو تو آدمی اس پر لکھے۔ اگر آپ کے سامنے خدمات و خوبیوں کے دفاتر موجود ہوں

تو آپ کیا لکھیں گے؟ اور پھر زخمی دل اور زخمی قلم سے کہاں نوے پھوٹے ہیں؟

قلم بشکن ، سیاہی ریز ، کاغذ سوز ، دم درکش

حمید ایں قصہ عشق ست در دفتر نمی گنجد

متحدہ مجلس عمل کے قائدین اور حکومت کے اہم رہنما آپ کی غلش مبارک خصوصی طیارے کے ذریعے

کراچی لے گئے۔ آپ کا جنازہ بھی کراچی اور پاکستان کی تاریخ میں بے مثال تھا۔ لاکھوں افراد نے نشتر پارک میں

جمعہ کی نماز کے بعد آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ نماز جنازہ مولانا اس نورانی نے پڑھائی اور کچھ دیر بعد اس علم و ہنر

اور فضل و کمال کے آسمان کو زمین کے حوالے کر دیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمتہ واسعہ

اک جنازہ جا رہا ہے دوشِ عظمت پر سوار
غیرت خورشیدِ عالم ہے کفن ہے تار تار
نوحہ خواں ہیں مدرسہ و خانقاہیں سو گوار
شیخِ محفل بگھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک
پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار
ابر گوہر بار کے اندر ہے در شاہوار
آفتابِ علم و تقویٰ چھپ گیا زیر مزار
اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

دارالعلوم کے سابق مدرس حضرت مولانا فضل الہی عرف جامی بابا کی جدائی

لگتا ہے کہ اب نوکِ قلم نوے اور مٹیہ لکھنے کے لئے ہی رہ گیا ہے۔ چند ماہ سے تواتر کے ساتھ اکابرین امت کی جدائی پر یہ دل اور قلم دونوں رو رہے ہیں۔ رمضان المبارک میں ایک ایسی بزرگ اور فرشتہ صفت ہستی دینی اور تعلیمی حلقوں اور خصوصاً بزمِ حقانیہ کو سو گوار کر کے ہم سے جدا ہو گئی۔ جب ۱۹ رمضان المبارک کو صوبہ سرحد کی نامور معروف علمی، روحانی اور ہر اعزیز شخصیت حضرت مولانا فضل الہیؒ بھی مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا تعلق ضلع صوابی کے مشہور علمی قصبہ شاہ منصور سے تھا اور آپ ایک دینی و روحانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد ماجد بھی اپنے وقت کے جید اور مشہور عالم دین و مدرس تھے اور آپ نے اپنی ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری اور عمر کا ایک بڑا حصہ دارالعلوم میں بسر کیا۔ آپ دارالعلوم میں فنون سے لے کر دورہ حدیث تک کی اہم کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ خصوصی طور پر آپ شرح جامی میں انتہائی ماہر تھے اور دور دور سے طلباء علماء بلکہ مدرسین بھی آپ کے درس جامی میں شرکت کیلئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ جامی بابا کے نام سے دارالعلوم میں معروف تھے۔ آپ سادگی اور درویشی میں اکابرین امت اور دو تین سو سال پہلے کی علمی اور روحانی شخصیات کا پرتو تھے۔ رسوخ فی العلم، اعلیٰ اخلاق، تقویٰ و تدین، تبیت اور انابت الی اللہ آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔ آپ انتہائی خوبصورت اور نورانی وجاہت کے مالک تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک ہر وقت متبسم رہتا۔ موت کے بعد بھی تبسم کا یہ سلسلہ آپ کے چہرے مبارک پر ہر کسی نے دیکھا، محسوس کیا۔

نشانِ مرد مومن باتو گویم چوں مرگ آید تبسم برب اوست

آپ روحانی سلسلہ میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ برادرِ مولانا حامد الحق اور ینا کارہ گاہے گاہے آپ کی خدمت میں دعاؤں اور وظائف کے سلسلے میں حاضر ہوتے اور کئی ایسے ایسے حلقوں کے لئے استخارہ بھی فرماتے اور اتنی